نسلِ انسانی کی مصنوعی افزائش

اِنسانی پیدائش کے لیے مصنوعی تخم ریزی

شیخ جاد الحق علی جاد الحق
شیخ الازہر و رئیس مجمع البحوث الاسلامیہ

● ۔ کیا یہ جائز ہے کہ بیوی کو اس کے اسی خاوند کے نطفہ سے جس کے ساتھ وہ زندگی بسر کر رہی ہو مصنوعی طریقہ سے حاملہ بنایا جائے ؟

● ۔ خاوند کے علاوہ کسی دوسرے شخص کی منی کے ساتھ مصنوعی تخم ریزی جائز ہے ؟

● ۔ جب کسی عورت کے بیضہ کو اس کے خاوند کے علاوہ کسی دوسرے شخص کی منی سے بار آور کیا جائے اور پھر اس کی تخم ریزی کو اسی شخص کی بیوی کے رحم میں منتقل کر دیا جائے ، جس کی منی تھی تو اس صورت میں شرعی حکم کیا ہے ؟

● ۔ جب عورت کے بیضہ اور اس کے خاوند کی منی کو عورت کے رحم سے باہر (ٹیسٹ ٹیوب وغیرہ میں) بار آور کیا جائے اور جب اس میں نمو شروع ہو اور اسے اسی عورت کے رحم میں منتقل کر دیا جائے تو اس صورت میں کیا حکم ہے ؟

● ۔ مذکورہ صورت میں ٹیوب کے علاوہ اگر کسی دوسرے جانور کو استعمال کر لیا جائے جس کا رحم تخم ریزی کے لیے عورت کے رحم کے بجائے استعمال ہو سکتا ہو اور پھر کچھ مدت بعد جنین (بچہ جب تک رحم میں رہے) کو عورت کے رحم میں منتقل کر دیا جائے تو کیا حکم ہے ؟

● ۔ ایسے خاوند کے لیے کیا حکم ہے ، جو مذکورہ صورتوں میں سے کسی ایک کو قبول کر لیتا ہے یا ان صورتوں میں پیدا ہونے والے بچوں کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے یا وہ اپنی اس بیوی کے ساتھ بدستور زندگی بسر کرتا ہے ، جس کی کسی دوسرے شخص کے نطفہ کے ساتھ بار آوری کی گئی ہو ؟

● ۔ اس بچے کا شرعی حکم کیا ہے، جس کی ان مذکورہ طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ کے مطابق ولادت ہوئی ہو؟

● ۔ اس ڈاکٹر کے لیے شرعی حکم کیا ہے، جو اس قسم کے کام سرانجام دیتا ہو؟

الجواب ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ؕ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا۔[۱]

ترجمہ:۔ اور وہی تو ہے جس نے پانی سے آدمی پیدا کیا پھر اس کو صاحبِ نسب اور صاحبِ قرابت دامادی بنایا اور تمہارا پروردگار ہر طرح کی قدرت رکھتا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر نسب اور صہر (قرابت) کے احسانات کا ذکر فرمایا ہے۔ نسب وصہر ہی کی بنیاد پر احکام حلت وحرمت کو بیان کیا ہے اور ان کی قدرومنزلت کو نہایت رفعت وعظمت بخشی ہے، اسی احسان خداوندی کی بدولت نسلِ انسانی کی حفاظت ان ضروری مقاصد میں سے قرار پائی جو اسلامی شریعت کا مقصود ومطلوب ہیں، چنانچہ اس سلسلہ میں حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

"جلبِ منفعت اور دفع مضرت مقاصدِ حق میں سے ہے، انہی مقاصد کے حصول میں خلقِ خدا کی بھلائی اور بہبود کا راز مضمر ہے مصلحت سے ہماری مراد مقاصد شریعت کی حفاظت ہے، خلقِ خدا کے اعتبار سے مقاصدِ شریعت پانچ ہیں اور وہ یہ ہیں۔ ۱۔ دین۔ ۲:۔ جان ۳۔ مال۔ ۴:۔ عقل ۔ ۵:۔ نسل کی حفاظت! پس ہر وہ چیز جس سے ان اصولِ خمسہ کی حفاظت ہوتی ہو وہ مصلحت ہے اور ہر وہ چیز جس سے ان اصولِ خمسہ کو نقصان پہنچتا ہو وہ مضرت ہے اور اس کا دور کرنا مصلحت[۲] ہے!"

نسلِ انسانی کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ نے نکاح کو مشروع اور زنا کو حرام قرار دیا ہے۔

---

[۱] سورۃ الفرقان آیت ۵۴۔

[۲] کتاب المستصفیٰ، امام غزالی رحمہ اللہ ج ۱ ص ۲۸۷

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمِنْ اٰیَاتِہٖ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْٓا اِلَیْھَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّ رَحْمَۃً۔

ترجمہ :۔ اور اس کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں تاکہ ان کی طرف (مائل ہوکر) آرام حاصل کرو اور تم میں محبّت اور مہربانی پیدا کر دی۔

اور فرمانِ الٰہی ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓی اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً ط وَّسَآءَ سَبِیْلًا

ترجمہ :۔ اور زنا کے بھی پاس نہ جانا کہ وہ بے حیائی اور بُری راہ ہے۔

بچہ صحیح نکاح کا ثمرہ طیبہ ہے، وہ اپنے والدین کے زیر تربیت رہ کر نشو و نما کی منزلیں طے کرتا ہے، والدین بچے کی تربیت، کفالت اور حفاظت میں اپنی جان اور مال کو کھپا دیتے ہیں اس کے برعکس زنا سے پیدا ہونے والا بچہ اپنی ماں اور اس کی قوم کے لیے باعثِ عار ہوتا ہے، اس کے باپ کا علم نہیں ہوتا کہ وہ کون ہے لہٰذا نہایت غلط، فاسد اور مہمل طریقے سے ولد زنا پلتا بڑھتا ہے اور ایسا بچہ معاشرے اور سماج کے لیے بھی ایک آفت اور مصیبت سے کم نہیں ہوتا۔ اگرچہ فقہاء نے اس قسم کے بچوں کے مسائل بھی بیان کیے ہیں، ان کی تعلیم و تربیت کی ترغیب دی ہے اور اس سلسلہ کے اصول و احکام ہمیں کتبِ فقہ میں باب "اللقیط" کے زیرِ عنوان ملتے ہیں فقہاء نے اس طرف توجہ اس لیے فرمائی کہ اس قسم کے بچے بھی بہرکیف انسان ہیں، انہیں بے یار و مددگار چھوڑ دینا درست نہیں، ان کی اہانت و تذلیل کرنا حرام اور انہیں رکھنا فرض ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَنْ اَحْیَاھَا فَکَاَنَّمَآ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا ط

ترجمہ :۔ اور جو اس کی زندگانی کا موجب ہوا تو گویا تمام لوگوں کی زندگانی کا موجب ہوا۔

یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ اس قسم کے بچے کو خیر و بھلائی کے راستہ پر چلایا جائے تاکہ

معاشرہ اس کے شر سے محفوظ رہ سکے ۔

اسلام نے حسب و نسب کی حفاظت اور سلامتی کی طرف خصوصی توجہ مبذول کی ہے شادی کی دعوت دی ہے ، اس سلسلہ میں احکام واضح فرمائے اور ہر اس چیز کو بیان فرمایا جس کا تعلق خاندان کے استقرار و استحکام کے ساتھ تھا ، اسلام نے اس سلسلہ میں ولادت سے لے کر وفات تک کے احکام نہایت شرح و بسط سے بیان فرمائے ہیں مختصر یہ کہ اسلام نے لوگوں کے سامنے جو نظامِ حیات پیش کیا ہے ، یہ سب سے عمدہ ، سب سے بہتر سب سے خوبصورت نظام ہے جس میں احسان اور مصلحت کی رعایت کے ساتھ ساتھ حکمت اور عدل کی ضوافشانیاں خوب سے خوب تر جلوہ گر ہیں ۔

جب نسب کی حفاظت کو اسلام میں اس قدر اہمیت دی گئی ہے تو لوگوں کے دیگر امور کی طرح نسب کے سلسلہ میں بھی ایسے احکام بیان کئے جن سے نسب واضح ہو جائے اور تمام شکوک و شبہات دور ہو جائیں ، چنانچہ بخاری و مسلم میں بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی موجود ہے ۔

الولد للفراش وللعاهر الحجر

ترجمہ :۔ بچہ اس کا جس کے بستر پر جنم لے اور زانی کے لیے پتھر ہیں ۔

فراش سے مراد یہ ہے کہ عورت اپنے اس خاوند کے ذریعہ حاملہ ہو جو صحیح نکاح کے ساتھ اس کے ہمراہ زندگی بسر کر رہا ہے ، اس طرح جو بچہ جنم لے گا وہ اس خاوند کا بچہ ہوگا "عاہر" سے مراد زانی ہے ۔ اس حدیث شریف نے نسب کے سلسلہ میں ایک بنیادی قاعدہ مقرر کر دیا ہے جو عقدِ زواجِ صحیح کی حرمت کی حفاظت کرتا ہے ، نسب کا ثبوت یا عدمِ ثبوت اسی قاعدہ کے تابع ہے ۔

شادی شدہ عورت اگر کسی دوسرے شخص کے زنا سے حاملہ ہو جائے تو اس حمل کو بھی اس کے خاوند ہی کی طرف منسوب کیا جائے گا ، زانی یا غاصب کی طرف منسوب نہیں کیا جائے گا کیونکہ فراش زوجیّت صحیحہ بالفعل موجود ہے ۔

زنا کی حرمت کے علاوہ انساب کی حفاظت کے دیگر جو وسائل اختیار کئے گئے ہیں ۔ ان

میں سے ایک یہ بھی ہے کہ شریعت نے مطلقہ عورت کے لیے عدت کو مقرر کیا ہے، جب کہ خاوند نے اسے دخول کے بعد طلاق دی ہو، اس نے اگر شرعی طور پر تسلیم، خلوتِ صحیحہ کے بعد بھی طلاق دی ہو (خواہ دخول ثابت نہ ہو) تو پھر بھی مطلقہ کے لیے عدت گزارنے کا حکم ہے۔

اسی طرح قرآن کریم کی نص صریح سے ثابت ہے کہ شریعت نے اس طرح متبنیٰ بنانے کو حرام قرار دیا ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کو اپنی طرف منسوب کرے جس طرح حقیقی بیٹا اپنے حقیقی باپ یا حقیقی ماں کی طرف منسوب ہوتا ہے اگرچہ یقینی طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ غیر کا بیٹا ہے مگر انساب کی حفاظت اور ان خاندانی حقوق کے تحفظ کے لیے جنہیں قرابت کی بنیاد پر اسلامی شریعت نے مرتب کیا ہے، اسلام نے اس بات کو حرام قرار دیا کہ متبنیٰ کو کوئی اس طرح اپنی طرف منسوب کرے جس طرح بیٹوں کو منسوب کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَاءَكُمْ أَبْنَاءَكُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِأَفْوَاهِكُمْ ۖ وَاللّٰهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ ۞ ادْعُوهُمْ لِآبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَإِنْ لَمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ [1]

ترجمہ :۔ اور نہ تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے بنایا یہ سب تمہارے منہ کی باتیں ہیں اور اللہ تو سچی بات فرماتا ہے اور وہی سیدھا رستہ دکھاتا ہے۔ مومنو! لے پالکوں کو ان کے (اصلی) باپوں کے نام سے پکارا کرو کہ اللہ کے نزدیک یہی بات درست ہے اگر تم کو ان کے باپوں کے نام معلوم نہ ہوں تو دین میں تمہارے بھائی اور دوست ہیں۔

جس شخص کا نسب معلوم نہ ہو اسلام نے بھی اس کا اعتراف نہیں کیا اور زبردستی

---

[1] سورۃ الاحزاب ۴، ۵۔

اسے کسی ایسی قوم کے نسب میں داخل نہیں کیا جو اس کے نسب کے منکر ہوں۔

جب اسلام نے انساب کی حفاظت کا اس قدر اہتمام کیا ہے تو ساتھ ہی یہ بھی کیا کہ مرد و عورت کے تعلقات کو مضبوط بنیادوں پر استوار کیا اور ان تعلقات کے لیے یہ فرض قرار دیا کہ وہ نکاحِ صحیح کے زیرِ سایہ استوار ہوئے ہوں تاکہ انسانی نطفہ کی تکریم کا اہتمام کیا جائے جس کے سبب حضرت انسان تخلیق کے مراحل طے کرکے منصۂ شہود پہ جلوہ گر ہوتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ● خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ● يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ● [1]

ترجمہ:۔ انسان کو دیکھنا چاہیے وہ کاہے سے پیدا ہوا ہے وہ اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا ہوا ہے، جو پیٹھ اور سینے کے بیچ سے نکلتا ہے۔

اِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ [2]

ترجمہ:۔ ہم نے انسان کو نطفۂ مخلوط سے پیدا کیا۔

مرد کے نطفہ سے تخلیق اسی وقت ہوتی ہے، جب وہ اس عورت کے رحم میں پہنچ جائے، جو اسے قبول کرنے کے لیے مستعد ہو، نطفہ رحم میں جنسی وجسمانی اختلاط کے ذریعے پہنچتا ہے، اسی اختلاط کے باعث پیدا ہونے والا بچہ اپنے باپ کی طرف منسوب ہوتا بشرطیکہ یہ اختلاط عقد و زواجِ صحیح کے زیرِ سایہ ہو۔ (الولد للفراش) اور کبھی یہ اختلاط اس طرح بھی ہوتا ہے کہ جنسی وجسمانی اتصال کے بغیر عورت کے رحم میں مرد کے نطفہ کو داخل کر دیا جاتا ہے!

"شرح منہاج" ابن حجر شافعی اور اس کے حواشی ۴ میں ہے کہ عدت اس صورت میں واجب ہے جب خاوند نے بیوی سے وطی کی ہو یا عورت نے اس خاوند کی منی کو اپنے رحم میں داخل کر لیا ہو، بشرطیکہ وہ خاوند بوقتِ انزال و استدخال محترم ہو، اسی سے

---

[1] سورۃ الطارق: ۵، ۶، ۷

[2] سورۃ الدھر: ۲

نسب لاحق ہوگا ، اگر خاوند بوقت انزال محترم نہیں ہے اور وہ اس طرح کہ اس نے انزال تو بطریق زنا کیا ہے مگر اس کے مادہ منویہ کو اس کی بیوی نے اپنے رحم میں داخل کرلیا! اسی طرح اگر خاوند نے مشت زنی سے انزال کیا تو کیا اس طریق سے جنم لینے والے بچے کا نسب درست ہوگا یا نہیں ؟ یہ سوال اس لیے پیدا ہوتا ہے کہ مشت زنی حرام ہے یا کم ازکم اس کی اباحت کے سلسلہ میں اختلاف ہے۔ احتمال دونوں باتوں ہی کا ہے البتہ پہلی بات زیادہ قرینِ صواب ہے لہذا اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا، نہ اس طریق سے نسب لاحق ہوگا۔ عورت جب اپنے خاوند کے نطفہ کا استدخال کرے تو وطی شبہہ کی طرح اس صُورت میں عدت بھی ہے اور اس سے نسب بھی ثابت ہوگا۔

اس مقام پر "حاشیہ شروانی" شارح کے قول "وقت انزالہ واستدخالہ" پر یہ حاشیہ ہے کہ "شرط یہ ہے کہ یہ انزال زنا کے ذریعہ نہ ہو"، اسی طرح فروع الدر المختار، حصکفی اور حاشیہ ردالمحتار "ابن عابدین میں ہے کہ جب عورت اپنے فرج میں خود اپنے خاوند کی منی داخل کرے تو کیا اس صُورت میں وہ عدت پوری کرے ؟ اس کا جواب بحر" میں یہ ہے کہ ہاں اسے عدت پوری کرنا ہوگی کیونکہ برأتِ رحم معلوم کرنے کے لیے اسے عدت کی ضرورت ہے اور نہر" میں یہ ہے کہ اگر اس سے حمل ظاہر ہوجائے تو عدت گزارنے وگرنہ عدت کی ضرورت نہیں۔

ابن عابدین نے اس پر یہ حاشیہ لکھا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ عورت خلوت و دخول کے بغیر اپنے خاوند کی منی کو اپنے رحم میں داخل کرلے اس سلسلہ میں میں نے کوئی حکم نہیں دیکھا کہ جب خاوند نے دُبر میں وطی کی ہو اور قبل میں خاوند نے دخول نہ کیا ہو؟

"تحریر شافعیہ" میں ہے کہ ان دونوں صورتوں میں عدت واجب ہے دوسری صُورت کے سلسلہ میں یہ ازبس ضروری ہے کہ کسی بھی فقہی مکتبِ فکر کے مطابق عمل کرلیا جائے کیونکہ محض دخول کی نسبت ادخالِ منی کی صورت میں برأتِ رحم کی زیادہ ضرورت ہے۔ بحر بحر" سے بحوالہ "محیط" یہ نقل کیا ہے کہ جب کوئی شخص اپنی لونڈی کے ساتھ فرج "کے بجائے کسی اور جگہ سے جنسی عمل کرے اور اسے انزال ہوجائے اور وہ لونڈی اس کے جوہرِ حیات

کو کسی چیز کے ذریعہ اٹھا کر اپنے مقام مخصوص میں داخل کرے اور اس سے وہ حاملہ ہو جائے اور بچے کو جنم دے تو یہ بچہ اسی کا ہوگا اور یہ لونڈی "ام ولد قرار پائے گی ۔ اس سے صاحب بحر" کی بھی تائید ہوتی ہے نیز اس کی بھی تائید ہوتی ہے جو فقہاء نے یہ کہا ہے کہ خصی انسان کے ساتھ خلوت سے بھی عدت ثابت ہو گی کیونکہ اس بات کا اندیشہ ہے کہ اس کے آلہ تناسل کے رگڑنے سے عورت حاملہ ہو جائے گی ۔

"تعلیق" میں موطوءہ بالشبہہ کی عدت کے بارہ میں ہے کہ ابن عابدین نے لکھا ہے کہ اس کی ایک صورت وہ بھی ہے جو کتب شافعیہ میں ہے کہ جب کوئی خاتون اپنے خاوند یا مالک کی منی سمجھتے ہوئے اسے اپنی شرمگاہ میں داخل کرے تو اس کے لیے عدت ہو گی جیسے کہ موطوءہ بالشبہہ پہ عدت ہوتی ہے ، " بحر" میں ہے کہ اسے میں نے اپنے اصحاب مذہب سے منقول نہیں دیکھا مگر قواعد بھی اس کا انکار نہیں کرتے کیونکہ وجوب عدت برأت رحم کی پہچان کے لیے ہے ۔

فقہاء کے یہ اقوال اس بات پر دلالت کناں ہیں کہ کبھی کبھی مرد کا نطفہ عورت کے رحم میں اعضا کے اتصال کے بغیر بھی پہنچ کر حمل کا باعث بنتا ہے اور اس صورت میں بھی عدت اور نسب کے شرعی احکام مرتب ہوں گے ۔

جب بیوی اپنے خاوند اور لونڈی اپنے آقا کی منی کو اپنے مقام تناسل میں داخل کرے اور وہ حاملہ ہو جائے تو اس سلسلہ میں فقہاء نے احکام بیان کیے ہیں کہ اس صورت میں بھی خاوند اور آقا سے نسب ثابت ہوگا اور عدت بھی واجب ہو گی ، اب اس مذکورہ بحث کی روشنی میں ہم مندرجہ بالا سوالات کا جائزہ لیں گے !

پہلا سوال

رشتہ زوجیت سے جب مطلوب و مقصود توالد ہے تاکہ بنی نوع انسان کی حفاظت ہو سکے اور میاں بیوی کا عضوی اتصال ایک دوسرے کی غریزی قوت کو ابھارتا اور ایک سے دوسرے کے جسم میں پہنچاتا ہے جس کے باعث یہ اتصال و اختلاط ہی واحد اساسی وسیلہ ہے جس سے ایک دوسرے کے جسم میں اپنے اندر مخفی چیز کو پہنچاتا ہے جس سے نطفہ جائے قرار پر ٹھہر جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہو اور یہ امر اسی وسیلہ سے تکمیل پاتا

ہے، جیسے اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی میں سے ہر ایک میں پیدا فرما رکھا ہے لہٰذا اس طریق کار سے اعراض اور روگردانی درست نہیں الا یہ کہ کوئی ایسی مجبوری ہو مثلاً مرد عورت میں سے کسی میں کوئی ایسا نقص ہو کسی بیماری کے باعث، فطری طور پر یا اللہ نے کوئی ایسا نقص پیدا کر دیا ہو کہ میاں بیوی کے معروف طریقے سے وظیفہ زوجیت ادا کرنے سے حمل قرار نہ پاتا ہو تو پھر کوئی دوسرا طریقہ اختیار کیا جا سکتا ہے۔

جب کوئی ایسی صورت ہو تو پھر بیوی کو اپنے ہی خاوند کی منی کے ساتھ بار آور کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس بات کا شک و شبہ دور کر لیا گیا ہو کہ اس کو کسی دوسرے انسان یا حیوان کی منی سے نہ تو تبدیل کیا گیا ہے اور نہ ہی اس میں آمیزش کی گئی ہے، اس طریق سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ صحیح النسب ہوگا، وجوب عدت اور ثبوتِ نسب کے سلسلہ میں ہم نے فقہاء کے جو مذکورہ اقوال ذکر کئے ہیں، اس کی بنیاد بھی اسی پر ہے۔

دوسرا سوال بیوی کو اپنے خاوند کے علاوہ کسی دوسرے شخص کی منی سے حاملہ بنانا خواہ یہ اس صورت میں ہو کہ خاوند میں منی ہی نہ ہو یا منی تو ہو مگر وہ اولاد پیدا کرنے کے قابل نہ ہو، شرعاً حرام ہے کیونکہ اس سے انساب میں اختلاط لازم آتا ہے اور بچے کی ایک ایسے باپ کی طرف نسبت ہوتی ہے، جس کے پانی سے وہ پیدا نہیں ہوا اور اس سب سے بڑھ کر یہ کہ اگر اس طریقہ سے عورت کو حمل قرار پا جائے تو یہ ایک طرح سے زنا ہوگا، اس پر زنا کے نتائج مرتب ہوں گے اور نصوصِ قرآن وسنت کی روشنی میں قطعی طور پر حرام ہے۔

تیسرا سوال اس کی صورت یہ تھی کہ عورت کے بیضہ کو کسی ایسے شخص کی منی سے بار آور کیا جائے جو اس کا خاوند نہیں ہے اور پھر اس بار آور بیضہ کو اس عورت کے رحم میں منتقل کر دیا جائے جس کے خاوند کی یہ منی ہے، یہ صورت بھی پہلی صورت جیسی ہے اور ایک طرح سے یہ بھی زنا ہے، اس طریقہ سے جو بچہ جنم لے گا وہ یقینی طور پر حرام ہوگا پھر اس سے انساب میں بھی اختلاط لازم آتا ہے اور یہ بھی اسلامی شریعت میں حرام ہے کیونکہ اسلامی شریعت بنی نوع انسان کے انساب کی سلامتی چاہتی ہے اور وہ زنا، زنا جیسے امور اور

زنا تک پہنچانے والی باتوں سے دور رکھنا چاہتی ہے۔

اس صورت میں منی اگرچہ خاوند ہی کی ہے لیکن جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ منی سے تخلیق باذنِ الٰہی اسی وقت ہوتی ہے جب وہ بیوی کے بیضہ کے ساتھ ملے اس صورت میں بیضہ اپنی بیوی کے بجائے کسی اور عورت کا ہے یعنی اس صورت میں اپنی بیوی کو "حرث" (کھیتی) کے طور پر استعمال میں نہیں لایا گیا یاد رہے اللہ تعالیٰ نے بیویوں کو "حرث" قرار دیا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ •

ترجمہ:۔ تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں۔

لہٰذا عورت جب بھی حاملہ ہو ضروری ہے کہ وہ میاں بیوی کے اس اختلاط کے نتیجہ میں ہو جسے شرعی طور پر جائز قرار دیا گیا ہے، یہ اختلاط خواہ معروف طریقے کے مطابق تناسلی اعضاء کے اتصال کے ذریعہ ہو یا اس طرح کہ خاوند کی منی کو کسی طریقہ سے بیوی کے رحم میں داخل کر دیا جائے تا کہ وہ تخلیق کے عمل کو سرانجام دے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ط

ترجمہ:۔ وہی تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ میں (پہلے) ایک طرح پھر دوسری طرح تین اندھیروں میں بناتا ہے۔

اس صورت میں بیضہ چونکہ خاوند کی اپنی بیوی کا نہیں بلکہ کسی دوسری عورت کا ہے اور اس سے برآمد ہونے والا نتیجہ میاں بیوی کے عمل کا نتیجہ نہ ہوگا بلکہ خاوند اور اس عورت کے عمل کا نتیجہ ہوگا جو اس پر حرام تھی اور اس کے لیے "حرث" (کھیتی) بھی نہ تھی لہٰذا سابقہ صورت بھی زنا اور شرعی طور پر قطعاً حرام ہے۔

چوتھا سوال اس کی صورت یہ تھی کہ جب عورت کا حمل قرار نہ پاتا ہو اس کے بیضہ اور اس کے خاوند کے مادہ منویہ کو رحم کے بجائے ٹیوب میں بارآور کیا جائے اور

بارآوری کے بعد اسے پھر سے اسی خاوند کی بیوی کے رحم میں منتقل کر دیا جائے ؟
اس صورت میں جب یہ قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو کہ بیضہ بیوی کا اور مادہ منویہ اسی کے خاوند کا ہے، جسے عورت کے رحم کے بجائے ٹیوب میں بارآور کیا گیا ہے اور پھر بارآوری کے بعد اسی کو عورت کے رحم میں منتقل کیا گیا ہے اسے نہ تو بدلا گیا ہے اور نہ ہی اس میں کسی دوسرے انسان یا حیوان کی منی کی آمیزش کی گئی ہے اور کسی طبی ضرورت کے باعث ایسا کیا گیا ہو مثلاً عورت کسی ایسے مرض میں مبتلا ہو کہ خاوند اس کے ساتھ معروف طریقے کے مطابق تناسلی اعضا کے ساتھ وظیفہ زوجیت سرانجام نہ دے سکتا ہو یا اسی طرح کی کوئی اور مجبوری ہو اور تجربہ کار وحاذق طبیب کی رائے یہ ہو کہ اس طریقہ کو اختیار کئے بغیر عورت کو حمل قرار نہیں پا سکے گا اور پھر اس ٹیوب کو بھی کسی دوسری ٹیوب کے ساتھ بدل نہ دیا گیا ہو جس میں میاں بیوی کے مادہ منویہ اور بیضۂ حیات کو بارآور کیا گیا ہے، تو یہ صورت از روئے شریعت جائز ہوگی کیونکہ اولاد نعمت بھی ہے اور زینت بھی، کسی عذر کے باعث عورت کو اگر حمل نہ ٹھہرتا ہو تو اس کا علاج شرعاً جائز ہے بلکہ بعض اوقات علاج فرض ہے ایک اعرابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ! کیا ہم علاج معالجہ کرا سکتے ہیں ؟ فرمایا ہاں! کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری نازل نہیں فرمائی مگر اس کی شفا بھی نازل فرمائی ہے، جو لوگ شفا کو جانتے ہیں، وہ جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے وہ نہیں جانتے[1]
(مسند احمد)

یہ صورت اور پہلے سوال میں مذکورہ صورت علاج معالجہ کی صورت ہے اور علاج معالجہ سے جب مقصود نفس انسانی کی حفاظت یا میاں بیوی میں سے کسی ایک کے بانجھ پن کا علاج ہو تو وہ علاج فرض ہے۔

(ب) ایک اور صورت۔

کیا یہ جائز ہے کہ اس مقصد کی خاطر ٹیسٹ ٹیوب کے بجائے کسی دوسرے حیوان کو استعمال

---

[1] منتقی الاخبار وشرحہ نیل الاوطار، للشوکانی ج ۲ ص ۲۰۰ ابواب طب

کیا جائے یعنی عورت کے بیضہ اور مرد کی منی کو ٹیوب کے بجائے کسی مادہ حیوان کے رحم میں بارآور کیا جائے اور پھر اسے مدت مقررہ کے بعد عورت کے رحم میں منتقل کر دیا جائے ؟

عورت کے بیضہ اور مرد کی منی کو جب ٹیوب کے بجائے کسی دوسرے مادہ حیوان (انسان نہیں) کے رحم میں بارآور کیا جائے گا تو نشو و نما پانے والے یہ مواد جب ارتقا کے ان مراحل سے گزریں گے، جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس طرح فرمایا ہے ۔

ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ ۝[لہ]

ترجمہ :۔ پھر اس کو ایک مضبوط (اور محفوظ) جگہ میں نطفہ بنا کر رکھا، پھر نطفے کا لوتھڑا بنایا، پھر لوتھڑے کی بوٹی بنائی پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائیں پھر ہڈیوں پر گوشت (پوست) چڑھایا، پھر اس کو نئی صورت میں بنا دیا، تو اللہ جو سب سے بہتر بنانے والا ہے، بڑا بابرکت ہے ۔

تو یہ مادے اس مادہ حیوان کی خصوصیات کو اختیار کرلیں گے جس کے رحم میں انہوں نے پرورش پائی اور جس کے خون سے غذا حاصل کی ہوگی اور جس کے ساتھ مل کر اس کے جسم کا جزء بنے ہوں گے جب جنین تخلیق کے مراحل مکمل کر کے دنیا میں آئے گا تو اس نے ایک اور ہی مخلوق کا جنم دھارا ہوگا جس طرح جب گدھا گھوڑی سے جفتی کرے اور وہ حاملہ ہو جائے تو کیا اس نتیجہ میں پیدا ہونے والا بچہ گدھا یا گھوڑا ہوتا ہے ؟ نہیں بلکہ وہ شکل و صورت اور طبیعت کے اعتبار سے ایک اور ہی مخلوق ہوتی ہے، اگر دودھ پینے کی مدت تک اس بچے کا تعلق اسی غیر انسانی مادہ سے رہے، پھر تو صورتِ حال بالکل اسی طرح ہوگی اور اگر بارآور ہونے اور زندگی پیدا ہونے کے بعد اسے بیوی کے رحم میں منتقل کر دیا جائے تو پھر بھی یہ اسی مادہ کی بہت سی صفات کو اپنا لیتا ہے، جس کے رحم میں اس نے قرار پایا ہوتا ہے کیونکہ اسی رحم میں اس نے غذا اور لباس

لہ سورۃ المؤمنون ۱۳ ، ۱۴

کی ضرورت پوری کی ہوتی ہے اور وہی رحم اس کا ٹھکانا بنا ہوتا ہے تو بلاشک وشبہ اس طریق سے جنم لینے والا بچہ انسانی طبیعت وفطرت کا حامل نہ ہوگا بلکہ اس مادہ کی طبیعت وفطرت کے مطابق ہوگا جس کے رحم میں یہ پروان چڑھا ہے، صفات اور طبائع کا بچوں میں وراثتہً منتقل ہونا ایک مسلمہ حقیقت ہے اور یہ اصول حیوانات ونباتات بھی میں کارفرما ہے، صفات و طبائع کا بچے میں اور پھر بچے سے پوتے میں منتقل ہونا ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے، سائنس نے بھی اسے تسلیم کیا ہے اور اس سے پہلے اسلام بھی اس حقیقت سے پردہ اٹھا چکا ہے، اَلَا یَعۡلَمُ مَنۡ خَلَقَ ؕ[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھی بیوی کے انتخاب کے لیے ہمیں نصیحتیں ارشاد فرمائی ہیں ان سے بھی ہمیں اس سلسلہ میں راہنمائی ملتی ہے۔ چنانچہ آپ کا ارشاد گرامی ہے۔

تخیروا لنطفکم وانکحوا الاکفاء[2]

ترجمہ:۔ اپنے نطفوں کے لیے اچھی بیویوں کو پسند کرو اور جو کفو ہوں ان کی شادیاں کرادو۔

نیز فرمایا:

ایاکم وخضراء الدمن ـــ وهي المراة الحسناء في المنبت السوء[3]

ترجمہ:۔ کوڑے کرکٹ کی سبزی سے بچو ـــ یعنی وہ خوب صورت عورت جو برے طریقے سے پیدا ہوئی ہو۔

یہ ارشاداتِ نبویہ بھی اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ فضائل اور رذائل بھی وراثتہً

---

[1] سورۃ الملک، آیت ۱۴

[2] فتح الباری شرح صحیح البخاری ج ۹ ص۱۰۲، باب

[3] دارقطنی بروایت ابوسعید خدریؓ، احیاء علوم الدین ج ۴ ص۳۲۴

یہ مثال ان چیزوں کے لیے استعمال ہوتی ہے جن کا ظاہر اچھا اور باطن خراب ہو۔ محمد خالد سیف

خاندان میں منتقل ہوتے رہتے ہیں ، دوسری حدیث اس بات پر زیادہ وضاحت کے ساتھ روشنی ڈال رہی ہے اور وہ اس طرح کہ کتب لغت میں لفظ الدمن " کی تشریح میں لکھا ہوا ہے کہ اس سے مراد گوبر ہے اور مطلب یہ ہے کہ گوبر میں جو بھی سبزی اُگے گی وہ جلد خراب ہو جائے گی ۔ اسی طرح وہ عورت جو ظاہر میں خوبصورت مگر باطن میں خراب ہو ، اسکی مثال بھی کوڑے اور گوبر کی سبزی کی ہے ۔ اس کی طبیعت میں اس کے خاندان کے اثرات ہوں گے فضائل و رذائل کا بذریعہ وراثت منتقل ہونا اس گفتگو سے بھی واضح ہوتا ہے جو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور ضمضم بن قتادہ کے مابین ہوتی تھی اور جس کی تفصیل حسب ذیل ہے ۔

ضمضم :۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میری بیوی نے ایک سیاہ رنگ کے بچے کو جنم دیا ہے ۔

حضور :۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں ؟

ضمضم :۔ جی ہاں !

حضور :۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کا کیا رنگ ہے ؟

ضمضم :۔ سُرخ

حضور :۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا ان میں کوئی سیاہ رنگ کا بھی ہے ؟

ضمضم :۔ جی ہاں !

حضور :۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ سیاہ رنگ کا اونٹ کہاں سے آگیا ؟

ضمضم :۔ شاید اسے کسی رگ نے پھینکا ہے ۔

حضور :۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) شاید تمہارے اس بچے کو بھی کسی رگ نے پھینکا ہو ۔

بخاری ، مسلم ۔ بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ [1]

تو اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ وہ بار آور بیضہ جسے انسان کے علاوہ کسی دوسرے مادہ حیوان کے رحم میں منتقل کیا گیا ہو ، اگر اسے زندگی مل جائے اور وہ نشو و نما کے مراحل طے کر کے زمین پر چلنے کے قابل ہو جائے ، تو اس میں اس مادہ کی بہت سی خصوصیات منتقل ہو چکی

---

[1] بلوغ المرام ، ابن حجر عسقلانی " وشرحہ سبل السلام ، صنعانی ج ۳ ص ۲۴۶ ، باب اللعان

ہوتی ہیں، جس کے رحم میں اس نے پرورش پائی ہوتی ہے، یہ مخلوق اگر انسانی صورت میں بھی پیدا ہو تو طبیعت اور امرِ واقع کے اعتبار سے وہ انسانی خصوصیات سے محروم ہوتی ہے اور جو شخص اس طرح کے کام کرے گویا اس نے مخلوق کو بگاڑنے کی کوشش کی ہے، جیسے زمین میں خلیفۃ اللہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ یاد رہے فقہاءِ اسلام نے مقاصدِ شریعت کی روشنی میں جو اصول و قواعد وضع کئے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مصالح و فوائد کے حصول کی نسبت مفاسد اور خرابیاں دور کرنا مقدم ہے کیونکہ شریعت نے مامورات کی نسبت منہیات کے ساتھ زیادہ اعتناء کیا ہے، درجِ ذیل ارشادِ باری تعالیٰ سے بھی ہمیں یہی بات معلوم ہوتی ہے۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ سو جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرو۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی ارشادِ گرامی ہے۔

إذا أمرتكم بشئ فأتوا منه ما استطعتم وإذا نهيتكم عن شئ فاجتنبوه۔

ترجمہ:۔ جب میں تمہیں کسی بات کا حکم دوں تو مقدور بھر اطاعت بجا لاؤ اور جب کسی کام سے منع کروں تو اس سے اجتناب کرو

مصنوعی افزائش کی اس صورت میں چونکہ بے حد خرابی ہے لہٰذا یہ بھی حرام ہوگی۔

پانچواں سوال

پانچویں سوال کی بابت ہم یہ عرض کریں گے کہ قبل ازیں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ پہلے سوال اور چوتھے سوال کے پہلے حصّہ میں مصنوعی افزائشِ نسل کی جو صورت مذکور ہے، یہ جائز ہے بشرطیکہ یہ بات قطعی طور پر درست ہو کہ عورت کے بیضہ کو اس کے اپنے خاوند ہی کی منی کے ساتھ بار آور کیا گیا ہے، اس میں کسی بھی دوسرے انسان یا حیوان کی منی کی آمیزش نہیں کی گئی ہے اور یہ طریقۂ افزائش کسی بہت ہی ناگزیر ضرورت کے پیشِ نظر اختیار کیا گیا ہے مثلاً یہ کہ میاں بیوی میں سے کسی میں کوئی ایسا نقص ہو کہ تناسلی اعضاء کے ساتھ وظیفہ زوجیت ادا کرنے کی صورت میں حمل قرار ہی نہ پاتا ہو۔

لہ الاشباہ والنظائر، ابن نجیم حنفی، قاعدہ چہارم۔

قبل ازیں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ان مذکورہ سوالوں میں جو باقی صُورتیں ذکر ہوئی ہیں ، وُہ سب کی سب حرام ہیں کیونکہ وہ یا تو زنا ہی کی ایک صُورت ہیں یا پھر ان مفاسد کے ازالہ کے لیے انہیں حرام قرار دیا گیا ہے جو ان صورتوں کو اختیار کرنے کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں۔

جب بھی حمل کسی ایسے طریقے سے ہو جو شرعی طور پر جائز نہ ہو تو اس حمل کے نتیجہ میں پیدا ہونے والا بچہ بھی شرعی طور پر جائز بیٹا نہ ہوگا کیونکہ اس کی اُبُوّت مشکوک ہے بلکہ جب یہ قطعی طور پر معلوم ہو کہ نطفہ کسی دوسرے انسان یا حیوان کا ہے تو پھر بیٹے کی قطعی طور پر نفی کی جائے گی اور کسی دوسرے کے بیٹے کو متبنّٰی بنانے کی نسبت یہ صُورت کہیں ابتر ہے کیونکہ جب کسی دوسرے کے بیٹے کو متبنّٰی بنایا جائے گا تو اس کے باپ کے بارے میں کبھی قطعی طور پر علم ہوگا کہ وہ کون ہے لیکن اس صُورت میں عورت زنا سے حاملہ ہوئی ہے اور پھر وہ شخص بڑا ہی بے غیرت ہوگا جو اس بات کو قبول کرے کہ اس کی بیوی صریحًا زنا سے یا زنا کی کسی صورت سے حاملہ ہو، ایسے ہی شخص کو اسلام دیوث قرار دیتا ہے ، مذکورہ حرام صورتوں میں سے کسی ایک کیساتھ حاملہ ہونے والی بیوی کو جو شخص اپنے پاس رکھتا ہے ، وہ بھی یقینًا دیوث ہی ہے کیونکہ شریعت ان صُورتوں کو ہرگز ہرگز جائز قرار نہیں دیتی ، اس لیے کہ شریعت تو بنی نوع انسان کو اس قسم کی آلودگیوں سے پاک صاف اور کمال کے بلند مرتبہ پر فائز دیکھنا چاہتی ہے ۔

چھٹا سوال ہر وہ بچہ جس کی پیدائش مصنوعی افزائش کے مذکورہ حرام طریقوں کے مطابق ہوگی وہ لقیط ہوگا اور اسے زبردستی باپ کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا بلکہ یہ بچہ اسی کی طرف منسوب ہوگا جس کے نطفہ سے اس کی ماں حاملہ ہوئی تھی ، جیسے کہ مکمل طور پر زنا کے نتیجہ میں پیدا ہونے والا بچہ اپنی ماں کی طرف منسوب ہوتا ہے۔

ہم یہاں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ایک حدیث پیش کریں گے[۱] کہ جب آیت لعان نازل ہوئی تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جو عورت کسی قوم میں ایسے بچے کو داخل کر دے جو ان میں سے نہ ہو تو اللہ اس سے بری ہے اور اسے

---

[۱] بلوغ المرام مع شرحہ سبل السّلام ص۲۴۶ ج ۳ ، باب اللعان ۔

کبھی بھی اپنی جنت میں داخل نہ کرے گا اور جس شخص نے اپنے بچے کا انکار کر دیا حالانکہ وہ جانتا ہو کہ وہ اسی کا بیٹا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس سے پردہ فرمائے گا اور اسے اگلے پچھلے سب لوگوں کے سامنے رسوا کرے گا۔

یہ ہے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ جس کا اس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اعلان کروایا۔

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ [1]

ترجمہ: جو لوگ ان کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں ان کو ڈرنا چاہیے کہ (ایسا نہ ہو کہ) ان پر کوئی آفت پڑ جائے یا تکلیف دینے والا عذاب نازل ہو۔

اس طبیب کے لیے کیا حکم ہے جو افزائش نسل کی ان مذکورہ صورتوں میں تعاون کرتا ہے؟

ساتواں سوال

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اسلام نے علل و امراض کے علاج کو جائز قرار دیا ہے، چنانچہ ابن ماجہ و ترمذی میں روایت (ترمذی نے اسے صحیح قرار دیا ہے) اسامہ بن شریک وارد ہے کہ دیہاتی لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا ہمیں علاج معالجہ کی اجازت ہے؟ فرمایا ہاں! اے اللہ کے بندو! تم علاج کراؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو بھی بیماری نازل کی ہے، اس کے لیے دوا بھی نازل فرمائی ہے، صرف ایک بیماری ناقابلِ علاج ہے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کونسی بیماری ہے؟ فرمایا بڑھاپا۔

صحیح مسلم میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ بیماری کی دوا ہے اگر بیماری کا علاج صحیح ہو جائے تو اللہ کے حکم سے مریض صحت یاب ہو جاتا ہے۔

جب جائز طریقوں سے علاج کو اسلام جائز قرار دیتا بلکہ بعض صورتوں میں واجب قرار دیتا ہے خصوصاً جبکہ کسی انسان کو موت و ہلاکت سے بچانا مقصود ہو۔ چونکہ طبیب اور ڈاکٹر ہی علاج معالجے کا وسیلہ ہیں کہ وہ بیماری کی تشخیص کرتے اور اپنے علم و تجربہ کی روشنی میں دوائی تجویز کرتے ہیں۔ اگر کوئی طبیب یا ڈاکٹر علاج نہ کرے، یا علاج میں

---

[1] سورۃ نور آیت ۶۳۔

کوتاہی کرے یا کسی ایسے طریقہ سے علاج کرے جو اسلام میں حرام ہو تو اس سے اس سلسلہ میں بازپرس ہوگی۔

طبیب و ڈاکٹر چونکہ فنی طور پر مصنوعی افزائشِ نسل کے تمام طریقوں سے باخبر ہوتا ہے لہٰذا اسے اس سلسلہ میں علاج سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ کہیں یہ از روئے شریعت حرام تو نہیں ہے مثلاً جب کوئی ایسی صورت ہو جو سوال نمبر۲، سوال نمبر۳ اور سوال نمبر۴ کے دوسرے حصہ میں مذکور ہے، تو ایسی صورت میں علاج کرنے والا ڈاکٹر گناہ گار ہوگا اور اس کا یہ فعل شرعی طور پر حرام ہوگا کیونکہ اسلام جب ایک چیز کو حرام قرار دیتا ہے تو اس کے اسباب و وسائل کو بھی حرام قرار دیتا ہے، چنانچہ قرآن کریم اور سنتِ نبویہ شریفہ نے اس قاعدہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وہ اسباب و وسائل بھی حرام ہیں، جو حرام تک پہنچانے کا ذریعہ ہوں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ط[1]

ترجمہ :۔ اور جن لوگوں کو یہ مشرک اللہ کے سوا پکارتے ہیں، ان کو بُرا نہ کہنا کہ یہ بھی کہیں اللہ کو بے ادبی سے بے سمجھے بُرا (نہ) کہہ بیٹھیں۔

اور چار اصحابہ کرامؓ سے مروی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے۔

لَعَنَ اللّٰهُ الْخَمْرَ وَشَارِبَهَا وَسَاقِيَهَا وبائعها ومبتاعها وعاصرها ومعتصرها وحاملها والمحمولة اليه[2]

ترجمہ :۔ اللہ تعالیٰ نے شراب پر، اس کے پینے[1] والے، پلانے[2] والے، بیچنے[4] والے، خریدنے[5] والے، نچوڑنے[6] والے، جس کے لیے نچوڑی گئی ہو، اٹھانے[8] والے اور جس کی طرف[9] اٹھا کرلے جائی گئی ہو سب پر لعنت فرمائی ہے۔

---

[1] سورۃ انعام آیت ۸

[2] ابوداود

مذکورہ آیت کریمہ میں سدِ ذرائع کے قاعدہ کے لیے ایک اصول بیان کر دیا گیا ہے اور وہ اس طرح کہ مشرکوں کے خداؤں کو گالی دینے سے منع کر دیا گیا ہے تاکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کو گالی نہ دیں، اسی طرح اس مذکورہ حدیث شریف سے بھی یہ معلوم ہوا کہ جس نے کسی حرام چیز کے سلسلہ میں تعاون کیا تو اس کو بھی اسی طرح گناہ ہوگا جس طرح اس حرام کے ارتکاب کرنے والے کو گناہ ہوگا۔ اسلام نے اجنبی عورت کے محاسن کو دیکھنے اور اس کے ساتھ خلوت اختیار کرنے سے اس لیے منع کیا ہے کہ یہ حرام کام یعنی زنا کے ارتکاب کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتا ہے، اسی طرح مسلمان کے لیے ان مقامات پر جانے کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے، جہاں حرام امور کا ارتکاب ہوتا ہو مثلاً جم خانہ اور جوا خانہ وغیرہ تاکہ مسلمان ان حرام امور کا ارتکاب نہ کر بیٹھے، اسی قبیل ہی سے وہ حدیث شریف بھی ہے جسے بخاری و مسلم نے حضرت عبداللہ ابن عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان من اکبر الکبائر ان یلعن الرجل والدیہ قیل یا رسول اللہ وکیف یلعن الرجل والدیہ؟ قال یسب الرجل ابا الرجل فیسب اباہ ویسب امہ فیسب امہ۔

ترجمہ:۔ سب سے بڑا کبیرہ گناہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین پر لعنت بھیجے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! کوئی شخص اپنے والدین پر کس طرح لعنت بھیج سکتا ہے؟ فرمایا وہ کسی کے باپ کو جب گالی دیتا ہے تو وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے، وُہ کسی کی ماں کو جب گالی دیتا ہے، تو وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔

قرآن کریم اور سنتِ شریفہ کے ان نصوص نے سدِ ذرائع کے لیے یہ اصول بنا دیا ہے کہ جب کوئی عمل یا وسیلہ حرام تک پہنچانے کا ذریعہ بنے تو وہ عمل و وسیلہ بھی حرام ہے۔

ان تصریحات کی روشنی میں یہ بات معلوم ہوئی کہ جب کوئی ڈاکٹر علم وعمل کے باوجود افزائشِ نسل کی مصنوعی حرام صورتوں میں سے کسی ایک صُورت میں بھی تعاون کرے گا، تو وُہ گناہ گار ہوگا، اس کی کمائی حرام ہوگی، ڈاکٹر کے لیے فرض ہے کہ وہ صرف حلال صورت

میں تعاون کرے اور حلال صورت صرف وہی ہے جو پہلے سوال اور چوتھے سوال کے پہلے حصہ میں مشروط طور پر بیان ہوئی ہے ۔

اس صورت کے مطابق عمل سرانجام دینا شرعی طور پر جائز ہوگا اس میں کوئی گناہ، کوئی حرج، انساب کے اختلاط کا اندیشہ یا زنا میں مبتلا ہونے کا کوئی خدشہ نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں یہ بات یقینی طور پر معلوم ہوتی ہے کہ بیضہ اور مادہ منویہ بیوی و خاوند کا ہے، اس میں کسی دوسرے انسان یا حیوان کی منی کی آمیزش نہیں ہے، اس صورت میں علاج گویا شرعی طور پر جائز علاج معالجہ ہے کیونکہ یہ بچے کے حصول کا ایک شرعی طریقہ ہوگا اور یہ بچہ اپنے والدین کی وفات کے بعد ان کی یادگار رہوگا اور اس طرح جائز بچے کے حصول ہی سے ان کی دنیوی زندگی کی نفسیاتی و معاشرتی سعادت کی تکمیل ہوگی اور اس شرعی نومولود ہی سے میاں بیوی کے درمیان مودت و رحمت کے جذبات پروان چڑھیں گے ۔

یہ بات ہمیشہ ملحوظِ خاطر رہنی چاہیے کہ اسلام انسان کی عزت و تکریم بنی نوع انسان کی حفاظت اور نسلِ انسانی کے بقاء و دوام سے معمورۂ ارض کو شاد و آباد دیکھنا چاہتا ہے، اسلام اس بات کا خواہش مند ہے کہ نسلِ انسانی ایسے خاندانوں میں پروان چڑھے، جن میں باہمی مودت، محبت اور تعارف کے جذبات ہوں، اسلام انسانوں کو ایسی بھیڑ کی صورتوں میں دیکھنا گوارا نہیں کرتا جن کا حسب و نسب ہی معلوم نہ ہو، جن کے خاندانوں کا کوئی اتہ پتہ نہ ہو اور جن کی رشتہ داریوں کا نظام ہی مضمحل ہو گیا ہو۔ اسلام خاندانی نظام کی تشکیل پر زور دیتا ہے اور والدین کی ذمہ داری قرار دیتا ہے کہ وہ اپنے چھوٹے بچوں کی تعلیم اور ان کی جسمانی، نفسیاتی اور تعلیمی تربیت کے فرائض کو سرانجام دیں، حلال رزق کمانے کے طریقوں کو اختیار کرکے ان کی ضروریات کو پورا کریں۔ بالخصوص والد کے کندھوں پر اسلام ذمہ داری کا بوجھ ڈالتا ہے کہ وہ بچوں کی تعلیم و تربیت اور رشد و بھلائی کے سلسلہ میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے ۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اسلام اس طرح کی مصنوعی افزائش نسل کو جائز قرار نہیں دیتا کہ کسی بھی آدمی کی منی کو رکھ کر کسی بھی عورت کے بیضہ کے ساتھ بار آور کر دیا جائے، اس طرح کے تجربات حیوانات، نباتات اور ثمرات میں تو جائز ہو سکتے ہیں مگر انسانی دنیا میں اس طرح کے

تجربات کی ہرگز ہرگز اجازت نہیں ہے زمانہ قدیم کے ایک دانا کا قول ہے۔

"انسانوں میں سے یتیم وہ ہوتا ہے جس کا باپ فوت ہو جائے اور حیوانوں میں سے وہ جس کی ماں فوت ہو جائے"

مصنوعی افزائش نسل کے لیے اگر ہم اس طرح کا سلسلہ شروع کر دیں کہ سٹورز کھول کر ان میں ذہین و فطین اور تندرست و توانا جسموں کے مالک مردوں کے نطفے بھی سٹاک کر لیں اور حسین و جمیل اور دانا و عقلمند عورتوں کے بیضے بھی تاکہ ان سے ہمہ صفات سے متصف بچے پیدا کئے جا سکیں تو اس قسم کے طریقوں سے خاندانی نظام درہم برہم ہو جائے گا بلکہ خاندانی نظام صفحۂ ہستی سے مٹ جائے گا لہذا سدِ ذرائع، خاندانی روابط کے تحفظ اور انساب کی حفاظت کے لیے اسلام نے مصنوعی افزائش نسل کے ان طریقوں کو حرام قرار دیا ہے، ان سب طریقوں میں سے صرف ایک ہی طریقہ جس کی تفصیل قبل ازیں گزر چکی ہے جائز ہے۔

جوہرِ حیات کے ان بینکوں اور سٹورز کے بجائے اسلام نے انسان کی توجہ اس طرف مبذول کرائی ہے کہ وہ اپنے نفس، جسم اور نسل کی حفاظت کا اہتمام کرے اور میاں بیوی کے حسن انتخاب کو پیش نظر رکھے اور شادی کے سلسلہ میں قریبی رشتہ داروں کے بجائے دور کے لوگوں کو ترجیح دی جائے تاکہ نسل کمزور نہ ہو، چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک قبیلے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

"تم کمزور ہو گئے ہو لہذا اب اجنبی خاندانوں میں شادی کرو"

اور ایک پرانی کہاوت ہے۔

"چچا زاد زیادہ صبر کرنے والی لیکن اجنبی عورت اچھے بچے جنم دینے والی ہو گی"

یہ ہیں وہ شرعی طریقے جنہیں اسلام انسانی نسل کی حفاظت کے لیے جائز قرار دیتا ہے، یہ طریقے سلامتی پر مبنی ہیں نسل انسانی کے لیے تقویت کا باعث بھی! ان طریقوں میں سلامتی کا کوئی پہلو نہیں جو ان قوموں نے ایجاد کئے ہیں جو مادیت میں ڈوبے ہوئے ہیں بلکہ مادیت نے جنہیں تباہ و برباد کر کے رکھ دیا ہے، ان اقوام نے تمام دینی قدروں کو پامال کر دیا ہے، انہوں نے انسانی نسل کو بھی اسی طرح تجربات کی بھینٹ چڑھا دیا ہے، جس طرح وہ

زراعت میں تجربے کر رہے ہیں، نسلِ انسانی کو بھی انہوں نے اسی طرح سامانِ تجارت سمجھ رکھا ہے جس طرح وہ جانوروں کی تجارت کرتے ہیں حالانکہ خالقِ کائنات نے انسان کو عزت وتکریم بخشی ہے، قدر ومنزلت سے نوازا ہے اور آسمانوں اور زمین کی تمام نعمتوں سے اسے سرفراز ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۔ وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۔[1]

ترجمہ :۔ مومنو! اللہ اور اس کے رسول اللہ کا حکم قبول کرو جبکہ رسول اللہ تمہیں ایسے کام کے لیے بلاتے ہیں جو تم کو زندگی (جاوداں) بخشتا ہے اور جان رکھو کہ اللہ آدمی اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور یہ بھی کہ تم سب اس کے روبرو جمع کیے جاؤ گے۔ اور فتنے سے ڈرو جو خصوصیت کے ساتھ انہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں گناہ گار ہیں اور جان رکھو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

---

[1] سورۃ الانفال آیت ۲۴ - ۲۵ -